

قدیم عرب معاشرہ اور تہذیبی انقلاب اسوۂ حسنہ کی روشنی میں

ڈاکٹر غلام علی خان

عرب قدیم کے حالات جاننے کے لئے ہمارے پاس دو ہی ذریعے ہیں ایک وہ داستانیں جو ایام العرب کے نام سے اہل عرب میں رائج تھیں دوسرے شعرائے عرب کا کلام جس میں وہ اپنی سوسائٹی کی معاشرت تہذیب، معاملات اور امیال و عواطف کی صحیح تصاویر کھینچتے ہیں لہذا ان کی شاعری محض شاعری ہی نہ تھی بلکہ قومی سیرت کی تصویر بھی تھی۔

دور جاہلیت میں عرب اپنی بعض فطری صلاحیتوں اور بعض عادات و اخلاق میں ممتاز تھے فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی میں بے مثل تھے۔ آزادی، خودداری ان کو جان سے زیادہ عزیز تھی شہسواری و شجاعت میں وہ بے بدل تھے۔ حافظہ کے قوی بے تکلفی اور جفاکشی کے عادی، ارادہ کے پکے، زبان کے سچے، وفاداری اور امانت داری میں ضرب المثل تھے لیکن جزیرہ نما میں صدیوں سے انبیاء کی تعلیمات سے دوری اور باپ دادا کے دین اور قومی روایات پر سختی سے قائم ہونے کے سبب وہ دینی و اخلاقی حیثیت سے بہت گر چکے تھے۔ اسلام سے قبل وہ تنزل و انحطاط کے آخری نقطہ پر تھے۔ ملاقاتی و اجتماعی امراض ان کی سوسائٹی کو گھن کی طرح کھا رہے تھے۔

بت پرستی

بت پرست اقوام سے میل ملاپ کے نتیجے میں جن اقوام سے عربوں کے تجارتی تعلقات قائم ہو گئے تھے ان کے دیوتاؤں کو بھی انھوں نے اختیار کر لیا تھا اور ان کی تعداد کسی طرح رومیوں کے دیوتاؤں سے کم نہ تھی (۱) سہولت پسندی، لہو لہو، ہر شہر اور ہر علاقہ

کا ایک خاص بت تھا بلکہ ہر گھر کا بت جدا تھا کسی نے تو بت خانہ بنا رکھا تھا اور کوئی اپنا بت بنا کر پوج رہا تھا جو بت خانہ نہیں بنا سکتا تھا یا بت تیار نہ کر سکتا تھا وہ حرم کے سامنے ایک پتھر گاڑ دیتا یا حرم کے علاوہ جہاں بہتر سمجھتا پتھر گاڑ کر اس کے ارد گرد اس شان سے طواف کرتا جس طرح بہت اللہ کے گرد طواف کیا جاتا ہے۔ ان پتھروں کو انصاب کہا کرتے تھے۔ (۲) فرشتوں، جنات، ارواح کے مذکور و منوث بت بنا کر پوجا کی جاتی کچھ قابلِ اجرامِ سماوی کی پوجا بھی کرتے۔

جنگِ یوسف

ریگستان کے عربوں کی تہذیب خوزیری، لوٹ مار اور محض غارت گری تھی۔ غیر متمدن اور صحرا کی زندگی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ لہٰذا یہ عادت ان کے ہاں ایک شریفانہ شغل بن گئی تھی جنگ اور لڑائی کے لئے بیسیوں محاورات اور استعارات و تشبیہات انہوں نے وضع کر رکھی تھیں۔ (۳)

مال غنیمت، گھوڑوں، اونٹوں اور خوبصورت عورتوں اور مردوں کو لوٹنے اور غلام بنانے اور ایک دوسرے سے انتقام لینے کے لئے سال بھر سوائے حج کے چار مہینوں کے لڑائی کی آگ ہر سو مشتعل رہتی۔ انہیں ایام میں خانہ کعبہ کے حج اور زیارت کو جاتے۔ بڑے بڑے میلے لگتے اور مشاعرے منعقد ہوتے اور تجارت و کاروبار کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتیں۔ (۴)

لیکن یہ چار مہینے ان جنگ جو عربوں پر بڑے گراں گزرتے وہ جب چاہتے ان مہینوں کو دوسرے مہینوں سے بدل لیا کرتے۔ متواتر جنگ نے حملہ یا بہادری اور جرات کا وصف پیدا کیا اس وصف سے اس عقیدے نے پرورش پائی کہ جب بھی کسی قبیلہ کا کوئی فرد کسی دوسرے قبیلہ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کا بدلہ پورے قبیلہ پر فرض ہے۔ یہ عقیدہ اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ خواہ قاتل کا نام و نشان تک مٹ جاتا مگر اس قبیلے سے اس قتل کا بدلہ ضرور لیا جاتا۔ طویل عرصہ تک جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہتا۔ (۵)

تفاخر

عرب اپنی بزرگی و شرافت اور بہادری و شجاعت کی دھاک بٹھانے کیلئے ایک دوسرے پر تفاخر جتاتے۔ سید و شریف اور غلام و غریب میں اپنے آپ کو طاقتور اور ممتاز

ثابت کرنے کے لیے وہ ہر قسم کے خطرات برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ایک بہادر عرب کی بڑی سے بڑی تمنا یہ ہوتی تھی کہ اس کی چراہ گاہ میں دوسرے کا اونٹ نہ چر سکے۔ جس چشمہ سے وہ پانی پینے اس پر دوسرا نہ آنے پائے جس منزل میں وہ ٹھہرے وہ دوسروں کے لیے تنگ ہو جائے، جو لباس وہ پہنے اس کی مثل کوئی دوسرا نہ پہن سکے اس کے مقابلہ پر کسی کو بڑا اور بزرگ نہ سمجھا جائے۔ اس کے سامنے کسی کی تعریف نہ کی جائے۔ وہ جس کو چاہے قتل کر دے کوئی اس سے خون کا انتقام نہ لے سکے۔ اس کا ہاتھ سب پر رہے اس کی خدمت سے کسی کو عار نہ ہو۔ غرض یہ کہ ہر طرح اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل رہے اور اس کے سامنے کوئی سر نہ اٹھا سکے۔“ (۶)

شعراے جاہلیت کا سارا کلام اس فخر و حماسہ عبارت ہے۔ عہد جاہلیت میں جتنی ہولناک لڑائیاں ہوئیں ان میں سے اکثر اسی جذبہ تقارخ کا نتیجہ تھیں۔ جنگ بسوس جو بنی تغلب اور بنی بکر بن وائل کے درمیان چالیس برس تک جاری رہی صرف اتنی سی بات پر ہوئی تھی کہ بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کی چراہ گاہ میں بنی بکر کے ایک مہمان کی اونٹنی گھس گئی اور کلیب کے اونٹوں کے ساتھ چرنے لگی۔ کلیب کا قاعدہ تھا کہ وہ نہ اپنی چراہ گاہ میں کسی کے جانور چرنے دیتا تھا نہ اپنی شکار گاہ میں کسی کو شکار کھیلنے دیتا، نہ اپنے جانوروں کے ساتھ کسی کے جانوروں کو پانی پینے دیتا۔ حتیٰ کہ اپنی آگ کے ساتھ کسی کی آگ بھی جلتی نہ دیکھ سکتا تھا۔

اس نے جب غیر کی اونٹنی کو اپنے جانوروں کے ساتھ چرتے دیکھا تو غصہ میں آکر اس کے ایک تیر مارا جو اس کے تھن میں جا لگا۔ اونٹنی کے مالک نے جو اس کو زخمی دیکھا تو اس نے فریاد کی ”ہائے یہ بیسی ذلت ہے“ اس پر بنی بکر میں آگ لگ گئی اور ان کے ایک نوجوان عباس بن مرہ نے جا کر کلیب کو (جو اس کا حقیقی بہنوئی تھا) قتل کر ڈالا۔ کلیب کے بھائی مہبل کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بھائی کا انتقام لینے کھڑا ہو گیا۔ یوں دونوں قبائل میں ایک طویل جنگ چھڑ گئی اور اسی جنگ و جدل دونوں قبائل تباہ ہو گئے۔ (۷)

جنگ داحس محض گھروں میں لڑائیوں کا ایک نمونہ ہے جس پر پانچویں اور نصف صدی

تک جاری رہی۔ اوس و خزر ج کی مشہور لڑائیاں جنکا سلسلہ کامل ایک صدی تک جاری رہا تھا فرو تنافر کے نہایت ہی معمولی واقعہ سے شروع ہوئی تھیں بنی سعد کا ایک شخص ایک خزر جی سردار مالک بن عجلان کے جوار میں رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے بنی قیقاع کے بازار میں دعویٰ کیا کہ میرا حلیف مالک بن عجلان سب سے زیادہ اشرف و افضل ہے یہ بات قبیلہ اوس کے ایک شخص کو بہت بری معلوم ہوئی اور اس نے قاتل کو قتل کر دیا۔ اس پر اوس اور خزر ج کے درمیان قتل و خون کا ایسا خوفناک سلسلہ شروع ہو گیا کہ اگر اسلام نہ آتا تو دونوں قبیلے لڑ لڑ کر فنا ہو جاتے۔ (۸)

آہستہ آہستہ یہ تفاخر قومی علامت بن گیا حتیٰ کہ حج کے بعض مناسک میں قریش عام حجاج سے الگ تھلگ اور ممتاز رہتے تھے وہ عرفات میں عام لوگوں کے ساتھ ٹھہرنا عار کی بات سمجھتے تھے۔ (۹)

انتقام

عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جب کسی شخص کو قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح پرندہ بن کر (ان کی اصطلاح میں اس پرندے کا نام حمامہ اور صداء تھا) کوہ و بیاباں میں اُسقونی اُسقونی (مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ) کی صدا اس وقت تک لگاتی رہتی ہے جب تک کہ انتقام نہ لے لیا جائے۔

بعض کا عقیدہ تھا کہ بدلانہ لینے تک مقتول کی قبر تاریک رہتی ہے اور بعض کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا انتقام لے لیا جائے وہ زندہ رہتا ہے اور جس کا نہ لیا جائے وہ بے جان ہو جاتا ہے۔ اس بناء پر مقتول کے قبیلہ و خاندان کے لوگ حتیٰ کہ حلیف قبائل بھی اس قرض کو اتارنا بہت ضروری خیال کرتے۔

اسیران جنگ کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا اور بسا اوقات ان کو انہاد درجہ کی اذیتیں دیکر ہلاک کیا جاتا تھا۔ عکمل اور عرینہ کا قصہ احادیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے چرواہوں کو پکڑ کر لے گئے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے ان کی آنکھیں پھوڑیں اور انہیں پتی ہوئی ریت پر ڈال دیا یہاں تک کہ وہ پیاس اور تکلیف سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ (۱۰) جوش انتقام میں دشمنوں کی مردہ لاشوں کی جی بھر کر بے حرمتی کی جاتی۔ ان کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنا لیے جاتے چنانچہ غزوہ احد کے بعد اسلام کے لوگ ان کے گھوڑوں نے اپنے گلے کے ہار

بنالئے تھے۔ (۱۱) ابوسفیان کی بیوی ہند نے حضرت امیر حمزہؓ کا کیچ نکال کر چبایا تھا۔ نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا اور کئے ہوئے کانوں اور ناکوں کو پایب اور ہار بنالیا۔ (۱۲)

انہیں جب کسی شخص سے سخت دشمنی ہوتی تو قسم کھا لیتے تھے کہ اس کو قتل کر کے اس کی کھوپڑی میں شراب پیئیں گے چنانچہ حرب الفساد میں فریقین نے بکثرت ایک دوسرے کے مقتولوں کی کھوپڑیوں میں شراب پی تھی۔ (۱۳)

عشق بازی اور شاعری

عرب جاہلیت میں ایسا کوئی شخص نہ تھا جسے شاعری کا سلیقہ نہ ہو مرد عورت، بچے بوڑھے جوان سب ہی تھوڑے بہت شاعر ضرور ہوتے تھے اور ان کی شاعری عموماً فی البدیہہ ہوتی جس میں بڑی روانی اور صاف گوئی ہوتی لیکن چونکہ قوم کی قوم جاہل و وہمی اور بت پرست تھی اس لئے اس قوم کے شعراء بھی ویسے ہی ہوتے تھے۔ ان میں وہ آدمی کمینہ اور ذلیل سمجھا جاتا تھا جس کو کسی عورت سے کبھی عشق پیدا نہ ہوا ہو۔ عرب کے بعض قبائل اپنی عشق بازی کی وجہ سے مشہور تھے مثلاً بنی عذرہ کے عشق کی یہاں تک شہرت تھی کہ ”اعشق من بنی عذرہ کی مثل مشہور ہے۔ یعنی فلاں شخص بنی عذرہ سے بھی زیادہ عاشق مزاج ہے۔“ (۱۴)

امرد القیس جیسے بڑے شاعر نے تو اس قدر بے باکی برتی ہے کہ محبوب عورتوں کے حسن و رعنائی کے قصے عام کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے اپنے جنسی تعلقات اور روابط کی کیفیت مزے لے لے کر بیان کی ہے رشید اختر ندوی کے مطابق ”اسلام سے پہلے عربوں کی شاعری کا اگر تجزیہ کیا جائے تو حماسہ مہمان نوازی، فیاضی، عشق بازی اور اوہام پرستی کے سوا اس کی کوئی اور صنف نظر نہیں آتی سبب محض یہ ہے کہ عربوں میں کوئی اور وصف تھا ہی نہیں، ان کے افراد نہ صنائع تھے نہ موجد تھے نہ حوصلہ مند اونچے تاجر تھے اور نہ کوئی دوسرا فن جانتے تھے ہر قوم کی شاعری اس کے قومی اور اجتماعی کردار کا آئینہ ہوتی ہے، عرب چونکہ جاہل، بت پرست، وہمی اور جھگڑالو تھے اس لیے ان کی شاعری میں کسی اور

ذختر گشتی

جاہلی معاشرہ میں عورت کے ساتھ ظلم و بدسلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے اور اسے ترکہ و میراث میں سے کچھ نہ دیا جاتا تھا۔ شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہ تھی کہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر سکے۔ (۱۶)

شوہر کی وفات کے بعد عورت وراثت کی طرح تقسیم ہو کر بیٹوں کے حصہ میں آ جاتی اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیٹا باپ کی بیوہ سے شادی کر لیتا تھا۔ (۱۷)

لڑکیوں کو موجب ذلت و عار سمجھا جاتا بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ بیشم بن عدی کے مطابق زندہ درگور کرنے کا اصول عرب کے تمام ہی قبائل میں رائج تھا ایک اس پر عمل کرتا تھا دس چھوڑتے تھے یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک کہ اسلام نہیں آیا۔ (۸)

بعض ننگ و عار کی بنا پر بعض مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرتے تھے۔ عرب کے بعض شرفاء و رؤسا ایسے موقع پر بچوں کو خرید لیتے اور ان کی جان بچاتے صعصعہ بن ناجیہ کا بیان ہے کہ اسلام کے ظہور کے وقت تک میں تیز، سوزندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کو فدیہ دیکر بچا چکا تھا۔ (۱۹)

قرآن کریم نے اس صورت حال پر تبصرہ کیا ہے:

﴿وَإِذَا بَشِيرٌ أَحَدَهُمْ بِأُنْثَىٰ فَلَا يُسَىٰئِلُهَا وَجْهًا مُّسَوِّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ ه يَتَوَارَىٰ مِنْ

الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ﴾ (۲۰)

”جب ان میں سے کسی کو بچی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو منہ دکھائے سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیئے رہے یا مٹی میں دبا دے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا بَشِيرٌ أَحَدَهُمْ بِمَوْلًىٰ ضَرْبًا لِلرَّحْمَانِ مَثَلًا ظِلٌّ وَجْهًا مُّسَوِّدًا وَهُوَ

کظیم ﴿۲۱﴾

”اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی ولادت کا مشرودہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔“

انسانیت کے نام پر یہ حیوانی زندگی پتہ نہیں کب تک دنیا اور انسانی تہذیب کو لہو رنگ دیتی رہتی لیکن قدرت کو انسانیت کی بھلائی مقصود تھی اس لئے حضرت محمد ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا اور انسانیت کو گڑھے میں گرنے سے بچالیا گیا۔ انسان کی کتاب زندگی کا نیابا ب رقم ہوا اور ایک پر امن شاندار تہذیب نے ہولناکی کی اس صورت حال سے انسانیت کو بچالیا اور ایک کا یا پلٹ انقلاب نے ملک عرب کا بالخصوص اور دنیا کا بالعموم نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

وحدت نسل انسانی و تکریم انسانیت

اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ اور ان کے درمیان رنگ نسل، زبان اور وطن کی بنیاد پر کسی فضیلت کا قائل نہیں۔ قرآن کریم نے اس اصول کو یوں بیان فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهُمَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً. وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ (۲۲)

”لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو اک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو۔ اور رشتہ قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۲۳)

”اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے

نزدیک تم سب میں بڑا شرف والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔“

”یا معشر قریش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بالآباء.

الناس من آدم و آدم من تراب“ (۲۴)

”اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور اس پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ لوگ آدم

سے ہیں اور آدم مٹی سے۔“

”ليس للعربي فضل على عجمي ولا لعجمي فضل على العربي כלکم ابناء آدم و

آدم من تراب“ (۲۵)

”کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم

مٹی سے۔“

آخری خطبہ میں نبی کریم ﷺ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارا خون اور تمہارا

مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ

شہر کی حرمت ہے۔ سن لو جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ (۲۶)

ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ ایک چوتھائی صدی کے قلیل عرصہ ہی میں عرب جیسی غیر مہذب

قوم کے اندر احترام نفس انسانی اور امن پسندی کا ایسا مادہ پیدا ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کے

مطابق قادیسہ سے صنعا تک ایک عورت تنہا سفر کرتی تھی اور کوئی ان کے جان و مال پر حملہ نہ کرتا تھا۔

حالانکہ یہ وہی ملک تھا جہاں پچیس سال پہلے بڑے بڑے قافلے بھی بے خوف نہ گزر سکتے تھے۔

آج دنیا کے مہذب قوانین میں حرمت نفس کو جو درجہ حاصل ہوا ہے وہ اس انقلاب کے نتائج میں سے

ایک شاندار نتیجہ ہے جو اسلامی تعلیم نے دنیا کے اخلاقی ماحول میں برپا کیا تھا۔

عورت کی تعظیم

اسلام نے عورت و مرد دونوں کی طرح تحفظ و رزق دینا اور حفظ و برو کی ضمانت دی۔ اور بیٹے بیٹیوں

کی تفریق کا خاتمہ کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلّٰهِ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ اَلذَّكَوْرَهِ اَوْ يَزُوْجَهُمْ ذَكَرًا وَّاُنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (۲۷)

”اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں لڑکوں اور لڑکیوں کے جوڑے دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔“

اسلام نے عورت کو ذلت و رسوائی کے مقام سے اتنی تیزی سے اٹھایا اور حقوق و مراعات سے نوازا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم اپنی عورتوں سے گفتگو کرتے اور بے تکلفی برتتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے متعلق کوئی حکم نہ نازل ہو جائے۔ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو ہم ان کے ساتھ بے تکلف رہنے لگے۔ (۲۸) عورتوں کے حقوق سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”ان الله حرم عليكم عقوق الا مہات و منعا و ہات و واد البنات“ (۲۹)

”اللہ نے حرام کی ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی، ادائیگی حقوق سے ہاتھ روکنا اور ہر طرف سے مال بٹورنا اور لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا۔“

مولانا جلال الدین انصاری رقم طراز ہیں:

دنیا نے عورت کو منہج معصیت اور مجسم پاپ اور گناہ سمجھ رکھا تھا لیکن کائنات کی اس برگزیدہ ہستی نے فرمایا جس کی ہر حرکت اور ہر ادا مجسم اخلاق تھی جس نے دنیا کو تقویٰ و خدا ترسی کے آداب سکھائے۔ جو پیدا ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ کائنات سے معصیت و فحاشی کو ختم کر دے۔

”حُبَّ اَلٰی مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَ الطَّيِّبُ وَ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ“ (۳۰)

”دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوبو پسند ہے (یعنی میری اچھی ٹھنڈک نمازیں

رکھی گئی ہے۔“

ان انقلابی اقدامات و تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ وحشی معاشرہ جہاں بیٹیاں علامتِ عارت سمجھے گئے تھیں، اب ان کی زندگی جاری تھیں کچھ ہی عرصہ میں یہ اخلاق کے اس مقام بلند پر پہنچ گیا کہ لوگ دوسروں کی اولاد کے محافظ بن گئے۔

بخاری و مسلم اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیٹی کی کفالت کے تین دعویدار پیدا ہو گئے۔ ایک طرف سے حضرت علی چلے آئے کہ یہ میری چچا زاد بہن ہے لہذا میں اس کی پرورش کا حق دار ہوں۔ دوسری طرف حضرت جعفرؓ نے دعویٰ کیا کہ میں علیؓ سے زیادہ اس کی نگہداشت کا مستحق ہوں کیونکہ یہی نہیں کہ وہ میرے چچا کی لڑکی ہے بلکہ اس کی خالہ بھی میرے نکاح میں ہے اس طرح دو دو جہت سے مجھے اس کی پرورش کی سعادت ملنی چاہیے۔

تیسری طرف حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مقدمہ دائر کر دیا کہ وہ تو میرے بھائی کی بیٹی ہے اور چچا سے زیادہ بھیجی کی تربیت کا کسے حق پہنچتا ہے۔ (حضرت حمزہؓ ان کے مواخاتی بھائی تھے)۔ (۳۱)

اخوت

آپ ﷺ نے تاریخِ انسانی کا ایک نہایت تابناک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کر دیا۔ حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کل نوے کی تعداد میں جمع تھے جن میں آدھے مہاجر اور آدھے انصار تھے۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کے غمخوار ہونگے۔ اور موت کے بعد کسی قرابتداروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

”وَأُولَٰئِكَ الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ“ (۳۲)

تو انصار و مہاجرین میں باہمی تواریث کا حکم ختم کر دیا گیا۔ لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔

قرآن کریم نے عربوں کی حالتِ ماضی پر یوں تبصرہ کیا ہے:

وَأَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ

بنعمته اخواناً . و كنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها ۝ (۳۳)

”اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اُس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اُس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اُس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔“

۝ والف بین قلوبہم ط لو انفقت مافی الارض جمعیا ما آلفت بین قلوبہم
ولکن اللہ الف بینہم انہ عزیز حکیم ۝

”اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔“

اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کے طفیل ایمان لانے والے اہل عرب کے درمیان الفت و محبت اور بھائی چارہ کی وہ فضا قائم ہو گئی جس نے انہیں ایک جتھا بنادیا۔

سید مودودی کے بقول ”اللہ کا یہ فضل اوس و خزرج کے معاملہ میں تو سب سے زیادہ نمایاں تھا یہ دونوں قبیلہ دو ہی سال پہلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور مشہور جنگ بعاث کو کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے جس میں ایک دوسرے کو گویا صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ایسی شدید عداوتوں کو دو تین سال کے اندر گہری دوستی و برادری میں تبدیل کر دینا اور ان متنافر اجزاء کو جوڑ کر ایسی ایک بنیاد مرحوص بنادینا جیسی کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اسلامی جماعت تھی یقیناً انسان کی طاقت سے بالاتر تھا اور دنیوی اسباب کی مدد سے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام نہیں پاسکتا تھا۔“ (۳۵)

جنگ بدر جس میں ۸۴۰ مہاجر ۶۱۱ قبیلہ اوس اور ۷۰ قبیلہ خزرج کے لوگ تھے نے ملکر اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت کو شکست فاش دے دی۔

۵ ہجری تک مسلمانوں کی قوت اتنی مجتمع ہو چکی تھی کہ ذات الرقاع دومۃ الجندل اور مرسیع

کے معرکوں میں دشمن

صلح و جنگ کا ضابطہ اخلاق

عربوں کی وحشیانہ، عام اور بے مقصد لڑائیوں کی جگہ اسلام نے ظلم اور ظالم کے خلاف ”جہاد فی سبیل اللہ“ کا تصور دیا اور اپنے پاکیزہ تصور کے تحت اسلام نے جنگ کا ایک مکمل ضابطہ قانون وضع کیا جس میں جنگ کے آداب، اس کے اخلاقی حدود، محاربین کے حقوق و فرائض، مقاتلین اور غیر مقاتلین کا امتیاز اور ہر ایک کے حقوق و معاہدین کے حقوق، سفراء اور اسیران جنگ کے حقوق، اور مفتوح قوموں کے حقوق تفصیل کے ساتھ بیان کیے اور ہر ایک کے لئے قواعد کلیہ اور حسب ضرورت جزئی احکام بھی مقرر کیے۔ (۳۶)

اتنے بڑے انقلاب کیلئے نبی کریم ﷺ نے تلوار کو کم سے کم استعمال کیا اور اگر میدان جنگ میں آپ مسلم قوت کو اتارنے پر مجبور ہوئے تو اس وجہ سے کہ مخالف جاہلی قوت کے علمبردار خود بار بار چڑھ آئے بدر، احد اور احزاب کی تین بڑی جنگیں مدینے کے دروازے پر لڑی گئیں۔ صرف آخری جنگ جس کے پہلے مرحلے پر مکہ اور دوسرے میں حنین و طائف مفتوح ہوئے اس وجہ سے ناکام رہی تھی کہ دشمن کی جنگی قوت اور کاروائیوں کے یہ مراکز تھے اگر انھیں قائم رہنے دیا جاتا تو جنگوں کا یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلتا اس طرح غزوہ بنو مصطلق اور غزوہ خیبر کا مقصد خوفناک قسم کی نڈا ارانہ اور سازش کاروائیوں کا سد باب کرنا تھا باقی چھوٹے موٹے معرکے یا توڑا کوؤں کی سرکوبی کے لئے تھے۔ یا سرحدی جھڑپوں کی نوعیت رکھتے تھے۔ 9 سال کی تمام جنگی کاروائیوں میں دشمن کے ۵۹ افراد ہلاک ہوئے یعنی تقریباً ۸۴ افراد فی سال اور مسلمانوں کا کل جانی نقصان ۲۵۹ ہے اور دوطرفہ جنگی اموات کی میزان ایک ہزار اٹھارہ ہے۔

کیا دنیا اور خصوصاً آج کی مہذب دنیا کا کوئی انقلاب اتنے کم جانی نقصان کے ساتھ اتنے بڑے تغیر کی مثال پیش کر سکتا ہے۔ اس نام نہاد مہذب دنیا میں تو انقلاب ایک عفریت کی طرح آتا ہے۔ اور ہزار ہا انسانوں کو لقمہ بناتا ہے۔ پھر انقلابی حکومتیں جبریت کے تحت پر بیٹھ کر لوگوں کو مسلسل قتل کرتی رہتی ہیں۔ جیلوں میں لاکھوں انسانوں کی فضا طاری رہتی ہے۔

تکمیل اخلاق عالیہ

بقول علامہ شبلی کے ”اخلاق کے دوسرے معلمین کی درسگاہوں پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ وہاں صرف ایک فن کے طالب علم تعلیم پاتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت گاہ میں فوجی تعلیم کے سوا کوئی اور فن نمایاں نہیں۔

حضرت عیسیٰ کے مکتب میں غنوو درگزر کی سوا اور سبق نہیں بدھ کے وہار اور خانقاہ میں در بدر بھیک مانگنے والے مرتاض فقیروں کے سوا کوئی اور موجود نہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی درسگاہ اعظم میں آگر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک عمومی جامعہ ہے جس میں انسانی ترقی کی ہر فوٹ نشوونما پارہی ہے۔ خود معلم کی ذات ایک پوری یونیورسٹی ہے جس کے اندر علم و فن کا ہر شعبہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور ہر جنس ہر مذاق کے طالب علم آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق کسب کمال کر رہے ہیں۔ (۳۷)

مولانا نعیم صدیقی اس اخلاقی انقلاب پر یوں تبصرہ فرمایا ہے:

”محمدی انقلاب کے حیرت انگیز پہلوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے آپ کے پیغام کو قبول کیا اس کی ساری ہستی بدل گئی اس کے ذہن کی ساخت، اس کے افکار و جذبات، اس کے ذوق و دلچسپیاں، اس کی دوستیاں اور دشمنیاں، اس کے اخلاقی معیارات سب کے سب بدل گئے۔“ (۳۸)

پیغمبر آخر الزمان ﷺ کا بڑا احسان عربوں پر بطور خاص اور پوری دنیا کی انسانی تہذیبوں پر یہ ہے کہ آپ نے انسانوں کے تمام رشتوں اور رابطوں کو محکم بنیادوں پر استوار کیا۔ ایک دوسرے کی باہمی ذمہ داریاں واضح کیں۔ سب کے حقوق و فرائض متعین کئے اور اپنے نمونے کے معاشرے میں والدین اور اولاد، بھائی بہنوں، میاں بیوی، استاد اور شاگرد امیر اور غریب پڑوسی اور ہمسفر حاکم اور رعایا کے رابطہ و تعلق کو احسن شکل دی۔

حواشی

- ۱۔ گفتاؤلی بان۔ تمدن عرب، ص ۸۸۔ ۲۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص ۵۸۰۔
- ۳۔ الجہاد فی الاسلام، ص ۱۸۲-۱۸۵۔ ۴۔ محمد اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، ۱/۶۷۔
- ۵۔ تہذیب و تمدن اسلامی، ص ۲۱۔ ۶۔ الجہاد فی الاسلام، ص ۱۸۹، ۱۹۰۔
- ۷۔ العقد الفرید ۳/۷۷، بحوالہ الجہاد فی الاسلام، ص ۱۸۹۔
- ۸۔ ابن اثیر، ۱/۴۹۴، ۵۱۱، بحوالہ الجہاد فی الاسلام، ص ۱۹۳۔
- ۹۔ البقرہ/۱۹۹۔ ۱۰۔ الجہاد فی الاسلام، ص ۲۰۰۔
- ۱۱۔ سیرۃ ابن ہشام، ۲/۹۰۔ ۱۲۔ الرہیق المختوم، ص ۴۳۹۔
- ۱۳۔ طبقات ابن سعد، بحوالہ الجہاد فی الاسلام، ص ۲۰۳۔
- ۱۴۔ تاریخ اسلام، ۱/۷۱۔ ۱۵۔ تہذیب و تمدن اسلامی، ص ۲۳۔
- ۱۶۔ البقرہ/۲۳۲۔ ۱۷۔ احکام القرآن، ۲/۱۳۸۔
- ۱۸۔ اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص ۶۱۔
- ۱۹۔ کتاب الاغانی، بحوالہ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کے اثرات، ص ۶۱۔
- ۲۰۔ الزخرف/۱۷۔ ۲۱۔ النحل/۵۸-۵۹۔
- ۲۲۔ النساء/۱۰۔ ۲۳۔ الحجرات/۱۳۔
- ۲۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴/۵۴۔ ۲۵۔ ایضاً، ۲/۶۰۳۔
- ۲۶۔ الشوریٰ/۴۰، ۵۰، ۴۹۔ ۲۷۔ بخاری، کتاب الزکات، باب الوصایا بالنساء۔
- ۲۸۔ بخاری، کتاب الادب، باب حقوق الوالدین۔
- ۲۹۔ عورت اسلامی معاشرہ میں، ص ۵۸۔ ۳۰۔ ایضاً، ص ۶۱۔
- ۳۱۔ الانفال/۴۰۔ ۳۲۔ زاد المعاد، ۲/۵۶۔
- ۳۳۔ آل عمران/۱۰۲۔ ۳۴۔ الانفال/۶۳۔
- ۳۵۔ تفہیم القرآن، ۲/۱۵۷۔ ۳۶۔ الجہاد فی الاسلام، ص ۲۱۸۔
- ۳۷۔ سیرۃ النبی، ۶/۳۶۔ ۳۸۔ سید السانیت، ص ۱۰۔

مراجع ومصادر

- ۱۔ قرآن کریم، (ترجمہ سید مودودی)، ترجمان القرآن، لاہور، طبع ششم ۱۹۸۸ء۔
- ۲۔ ابن قیمؒ، زاد المعاد، مصطفیٰ البابی، مصر ۱۳۳۷ھ۔
- ۳۔ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین، علامہ ”البدایہ والنہایہ“ (ترجمہ کوکب شادانی) نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، طبع اول ۱۹۸۷ء۔
- ۴۔ ابن بشام، ابو محمد، عبدالملک ”السیرۃ النبویہ“، مصطفیٰ البابی، مصر، س۔ ن۔
- ۵۔ ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے غروج و زوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ س۔ ن۔
- ۶۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اٹھارواں ایڈیشن ۱۹۸۴ء۔
- ۷۔ ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ اردو بازار، لاہور،
- ۸۔ البخاری، محمد بن اسمعیل، ”الجامع الصحیح“، المکتبۃ الریحیۃ دیوبند، انڈیا ۱۳۸۷ھ۔
- ۹۔ حصص، ”احکام القرآن“، البیتۃ المصریہ، ۱۳۴۷ھ۔
- ۱۰۔ جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور طبع دوم ۲۰۰۲ء۔
- ۱۱۔ رشید اختر ندوی، تہذیب و تمدن اسلامی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۵ء۔
- ۱۲۔ ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام،، المکتبۃ العلمیۃ لیک روڈ، لاہور، طبع اول، ۱۹۶۸ء۔
- ۱۳۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور۔ طبع دوم، ۱۹۹۷ء۔
- ۱۴۔ سیدیو، موسیو، (مترجم عبدالغفور خان، محمد حلیم انصاری) ”تاریخ عرب“، مقبول اکیڈمی، انارکلی، لاہور، س۔ ن۔
- ۱۵۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، عالمین پبلی کیشنز ریڈی گن روڈ، لاہور، طبع پنجم، ۲۰۰۰ء۔
- ۱۶۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء۔
- ۱۷۔ صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور طبع پنجم ۱۹۹۰ء۔
- ۱۸۔ ظفر الدین، مولانا، اسلام کا نظام عفت و عصمت، المطبعۃ العربیۃ، پرانی انارکلی، لاہور، س۔ ن۔
- ۱۹۔ گستاوی بان، تمدن عرب، (ترجمہ سید علی بلگرامی) ظفر ٹریڈرز اردو بازار، سرگودھا، س۔ ن۔
- ۲۰۔ محمد مصطفیٰ سبہا، (مترجم معروف شاہ شیرازی) ”اسلامی تہذیب کے چند درختاں پہلو“، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، طبع، ششم ۱۹۹۸ء۔

- ۲۱۔ محمد فواد عبدالباقی، المعجم المفہر من لافاظ القرآن الکریم، سہیل اکیڈمی اردو بازار، لاہور، طباعت سوم ۱۹۸۷ء۔
- ۲۲۔ محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور، طبع دوم۔ ۱۹۷۸ء۔
- ۲۳۔ محمد قطب، جدید جاہلیت، البدر پبلی کیشنز اردو بازار، لاہور، اشاعت دوم۔ ۱۹۸۰ء۔
- ۲۴۔ محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور ۱۹۹۱ء۔
- گیارواں انڈیشن ۱۹۸۸ء۔
- ۲۵۔ محمد اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۱ء۔
- ۲۶۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور، طباعت پنجم ۱۹۹۲ء۔

